May 21, 1982

[illegible] کی گفتگو ۔ کنڈان میں آنا ہے [illegible]

VOL: 6 NO. 10

پیغامبر

MESSENGER

FORTNIGHTLY NEWSPAPER

P.O. Box 2114, Station B, Scarborough, Ont. Canada M1N 2E5 Phone: 416-282-8371

ملزم کو الٹا لٹکا دیا گیا

اس پر پولیس کے ڈنڈے برستے رہے

وہ بے ہوش ہو گیا

اور آخر کار مر گیا

یہ سب کچھ کیا ہے
کیوں ہے
؟
[illegible]

[illegible]

باقی صفحہ ۵ پر

ہوٹل کے ملازم لڑکے پر

دفعہ ۵۲ اور دفعہ ۴۹ لگائی

اور اس کی دن بھر کی کمائی

چھین لی گئی

[illegible]

انہیں رشوت دے دیجئے

اور پھر سکے کا کسٹم دے کر

[illegible]

[illegible]

باقی صفحہ ۵ پر

کراچی کے کسٹم افسران کی دھاندلی اور لوٹ مار کی روئیداد

پاکستان تحفہ لے جانے والے ایک پاکستانی کی دلخراش آپ بیتی

لاہور سے حمید الرزاق

میں انگلستان میں عرصے سے مقیم ہوں۔ میرے چار بچے ہیں۔ [illegible]

[illegible] CCI [illegible]

[illegible]

"اندرا حکومت
بدعنوان اور رشوت
خور ہے" مرارجی ڈیسائی
صفحہ ۱۲ پر

جب ایک ناگن نے
عورت کا روپ دھار لیا
[illegible]

بقیہ صفحہ اول سے آگے

سکتے ہیں۔

• بے روزگاری کی فراوانی، بچوں کی تعلیم سے محرومی، ذاتی ملکیت کے بے حد و حساب پھیلاؤ، جہیز نہ ہونے کے سبب نوجوان بچیوں کا گھر بیٹھے رہنا، پرائیویٹ اداروں اور فیکٹریوں کے مالکان کا انسانیت کش رویہ، پولیس تھانوں میں شقاوت و بہیمیت کے مناظر، سرکاری محکموں میں ملازمین کا سفاکانہ سلوک، ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی درندگی، غریب مریضوں کا علاج معالجہ نہ ہونے اور سینکڑوں ایسی ہی مصیبتوں کے ہمالیہ جیسے انباروں کو دیکھتے ہوئے پورے ملک میں صرف یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اخبارات عورتوں کی تصویریں اور عریاں مواد شائع کرنا بند کردیں، عورتوں کی تصویروں اور عریاں مواد کے ضمن میں ان کی اپنی تعبیر ہے جو آج کے ارتقا سے متصادم ہے یہی وجہ ہے کہ انہیں ایک فی صد کامیابی نہیں ہوتی اور ارتقا کے

یورپ کی بدکاریوں پر مضمون لکھنے والوں کو عورت کی تقدیر میں ترغیب بدی کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا

(۱۹۹۰ء) برابر اضافہ پذیر رہے۔ میں ان سب سے پوچھتا ہوں کہ تم خدائی احکامات، نیکی اور جانے کس کس مقصد نصب العین اور تحریک کے علمبردار ہو۔ قوم کو نیک بنانے کی خاطر انہی نئی سزاؤں اور قوانین کے پہاڑ کھڑے کر رہے اور کردار رہے ہو پھر یہ سب انتشار ابد میں بھی کیوں پایا جاتا ہے؟ چلو تسلیم یہ جنسی کے پھل ہیں لیکن کسی ایک پھل کا وجود تو ختم ہوتا، جبکہ کیا کہ معاشرے کی زندگی پہلے سے کہیں زیادہ تلخ ہو گئی ہے اور جب ظلم پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا یا کم از کم سارا سلسلہ ویسے کا ویسا ہی ہے۔

پیغامبر
THE MESSENGER
Editor & Publisher SOHAIL AKHTAR Tel. (416) 267-8006

جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

۲۱ مئی ۱۹۸۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکہ اور اسرائیل

امریکہ نے دھمکی دی ہے کہ اگر اسرائیل کو اقوام متحدہ سے نکالا گیا تو وہ اس عالمی ادارے کی مالی اور سیاسی حمایت سے دستکش ہو جائے گا۔ امریکہ نے یہ بھی عرب ممالک کی طرف سے ایک قرارداد کے مسودے کی تیاری پر ظاہر کی ہے۔ جس میں جنرل اسمبلی سے اسرائیل کو نکالنے کے لئے کہا جائے گا۔ امریکی مندوب نے ایسا مطالبہ کرنے والے ملکوں کے بارے میں کہا ہے کہ وہ اسرائیل کو اس حق سے محروم رکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنا دفاع کر سکے، اپنی سرحدوں میں حفاظت سے رہ سکے، اور اپنی بقا کا بندوبست کر سکے۔

اسرائیل کے بارے میں امریکہ کی پالیسی اخلاقی اور سیاسی جواز سے یکسر عاری ہے۔ اسے یہ فکر تو ہے کہ اسرائیل اپنی سرحدوں کے اندر مکمل تحفظ کی زندگی گذارے۔ مگر اسرائیل نے اپنی سرحدوں سے باہر جو ہاتھ پاؤں پھیلا رکھے ہیں، اور جو وہ مقبوضہ علاقوں میں تاخت و تاراج کر رہا ہے، اس پر وہ اسرائیل کی مذمت کرنے کے لئے بھی تیار نہیں۔ اسرائیل ۶۷ء کی جنگ کے مقبوضہ عرب اور فلسطینی علاقوں پر نہ صرف قابض ہے بلکہ ان کا جداگانہ تشخص بھی ختم کرنے کے درپے ہے۔ وہ بیت المقدس کو اپنا مستقل دارالحکومت قرار دے چکا ہے۔ گولان کی پہاڑیوں کو اپنی ریاست میں ضم کر چکا ہے۔ اور اب غرب اردن کے سارے فلسطینی علاقے پر بھی اپنا سول نظم و نسق مسلط کرنے کی فکر ہے۔

امریکہ کو دیانتداری سے سوچنا چاہیئے کہ عدم تحفظ کا شکار اسرائیل ہے یا عرب اور فلسطینی باشندے۔ یہ عرب ملک ہی ہیں جنہیں اپنے علاقوں سے بزور محروم کر دیا گیا ہے۔ اور یہ فلسطینی باشندے ہیں جنہیں اپنی سرزمین پر اپنی خود مختار ریاست قائم کرنے سے روکا جا رہا ہے۔

اسرائیل امریکہ کی کمزوری سہی مگر تنہا اسرائیل کے لئے امریکہ کا پوری مسلم دنیا کو ناراض کرنا نہ کسی اصول کی پاسداری قرار دیا جا سکتا ہے۔ نہ امریکہ کے اپنے عالمی مفاد میں ہے۔ مگر اس کے باوجود امریکی قیادت اسرائیل کی خوشنودی کی خاطر اقوام متحدہ کے وجود تک کو داؤ پر لگانے کے لئے تیار ہو گئی ہے۔ اور عربوں کے جائز موقف کی حمایت کرنے والوں کو اقتصادی پابندیوں کی دھمکی دے رہی ہے۔ امریکہ کا یہ طرز عمل اسے اپنے دوستوں کی غالب اکثریت کی حمایت سے محروم کر دے گا۔ اور مشرق وسطیٰ میں بھی خطرناک کشیدگی کا باعث بنا رہے گا۔

نبوت اور سخت دعوے سے وہی رغبت ہے، برسات نام بارش کے خوب ہونے کا ہے محض برساتی مہینوں کے آجانے کا نہیں، ساون بھادوں اگر بالکل خشک ہی گزر جائیں، تو زمین میں تری اور درختوں پر سبزی کہاں سے آجائے گی؟ یہی ماہ مبارک کے حقوق میں ہے۔ اگر ہم کوئی حق بھی نہیں ادا کر رہے ہیں تو ماہ مبارک کی برکتوں سے محرومی پر گلہ و شکوہ کس منہ سے کر سکتے ہیں؟

سچی باتیں

(از مولانا عبد الماجد دریابادی مرحوم)

پیغمبر خدا صلعم کریم ترین و جواد ترین خلق بودہ، و در ماہ رمضان سخاوت و بخشش او بر مردم و بر شاہ روے از ہمہ اوقات زیادہ بودے و صدقات و خیرات بسیار بیامی و ایام مضاعف گشتے و بر ذکر و نماز و تلاوت و اعتکاف جمیع ساعات روز و شب مستغرق داشتے و انواع عظیم رابہ عبادات گوناگوں مخصوص گردانیدے (سفر السعادت: فیروز آبادی)

رسول اللہ کے جود و کرم کا دریا تو ہمیشہ ہی بے شمار رہتا تھا، لیکن رمضان میں حضور کی سخاوت و فیاضی اور خدمت خلق کی ڈگری حد ہی نہیں رہتی تھی، اور صدقات و خیرات کا ہر ہر زمانہ سے کہیں زائد بڑھ جاتا تھا اور ذکر الٰہی اور نماز نوافل تلاوت قرآن اعتکاف، سب دن رات ہی مشغولیت تھی اور یہی شب و روز کا معمول اس سارے ماہ مبارک کو آپ طرح طرح کی عبادتوں ہی کے لیے مخصوص رکھتے

رسول کریم کے رمضان کا حال آپ نے سن لیا؟

"میں نے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کو متعدد رمضانوں میں دیکھا ہے کہ باوجود ضعف و پیرانہ سالی کے، مغرب کے بعد نوافل میں سوا پارہ پڑھنا یا سننا، اور اس کے بعد آدھ گھنٹہ کھانا وغیرہ ضروریات کے بعد ہندوستان کے قیام میں دو سوا دو گھنٹہ تراویح میں خرچ ہوتے تھے اور مدینہ پاک کے قیام میں تقریباً تین گھنٹے میں عشاء و تراویح سے فراغت ہوتی۔ اس کے بعد دو تین گھنٹے آرام فرمانے کے بعد تہجد میں تلاوت فرماتے، اور صبح سے نصف گھنٹہ قبل سحر تناول فرماتے، اور اس کے بعد صبح کی نماز پڑھ کر اشراق تک مراقب رہتے اور اشراق کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ آرام فرماتے، اس کے بعد سے تقریباً ۱۲ بجے اور گرمیوں میں ایک بجے تک بذل المجہود (شرح سنن ابی داؤد) تحریر فرماتے، اور ڈاک وغیرہ ملاحظہ فرما کر ظہر کی نماز تک آرام فرماتے، ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے، عصر سے مغرب تک تسبیح میں مشغول رہتے، اور حاضرین سے بات چیت بھی فرماتے...... حضرت مولانا شیخ الہند تراویح کے بعد سے صبح کی نماز تک نوافل میں مشغول رہتے تھے، اور یکے بعد دیگرے متفرق حافظوں سے کلام مجید سنتے تھے۔ اور حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائپوری کے ہاں تو رمضان المبارک کا مہینہ دن رات تلاوت ہی کا ہوتا تھا کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی ذرا گوارا نہ تھی...... فخر کی بات نہیں، تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لکھتا ہوں، اپنی نااہلیت سے خود اگرچہ کچھ نہیں کر سکتا مگر اپنے گھر کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ اکثر ان کو اس کا اہتمام رہتا ہے کہ دوسری سے تلاوت میں بڑھ جائیں، خانگی کاروبار کے ساتھ ۱۵، ۲۰ پارے روزانہ بے تکلف پورے کر لیتی ہیں۔" (فضائل رمضان، از مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور)

حال کے بعض اولیائے امت کے رمضان کا منظر بھی آپ نے دیکھ لیا؟

اب ارشاد ہو کہ آپ کے رمضان کو اس قسم کے رمضان سے کیا نسبت اور کوئی مناسبت ہے؟ آپ کہتے ہیں، رمضان آ گیا، لیکن رمضان کیا نام ہے محض جنتری میں لکھے ہوئے سنہ قمری کے نویں مہینے کا؟ رمضان اگر واقعی آپ کے ہاں آگیا ہے، تو کہاں ہیں آپ کی مسلسل عبادتیں اور طاعتیں، نمازیں اور تلاوتیں، شب بیداریاں اور خلق کی خدمت گزاریاں، دعائیں اور مناجاتیں، نیکیاں اور فیاضیاں؟ روزہ رکھنے والے ہی اول تو اب کتنے ہیں اور جو ہیں بھی ذرا ان کے معمولات شب و روز پر ایک نظر کر جائیے، وہی غفلتیں وہی مدہوشیاں، وہی غیبتیں اور وہی مردم آزاریاں، وہی بخل وہی اسراف، عبادت [illegible]



راشد طلعت ___

خودی کا یہ نازک بت اگر ان کو مل گیا ہو گا جیتر یا عصمت۔ ایک ہی وار سے چور چور ہو کر بکھر جائے گا۔ یہ شیشے کے دامن میں محبوب... کرامت کو چور چور کر دو۔ تو ڈالو یہ بت۔

یہ دولت کی دنیا... پیسے کی دنیا... غرض کی دنیا... حرص کی دنیا... احساس ہے کہاں؟... ضمیر... او بے ضمیر تم ہو کہ اپنی بے جان زندگی کی لاش کا بوجھ اٹھائے گلی گلی پھر رہے ہو۔ خودی کا یہ بت کیوں نہیں توڑتے۔ یہ نہیں کچھ نہیں دے گا یہ تو خواب کی دنیا ہے جس میں تم رہتے ہو۔ کہیں بازار میں اس بت پر کسی کو بولی دیتے دیکھا ہے؟ نہیں یہ بت میری متاع ہے۔ اس کو میں ٹوٹنے نہیں دوں گی۔ اس کو کوئی توڑ نہیں سکتا پیسے کے لئے دولت کے لئے تو انسان سبھی کچھ کر گزرتا ہے مگر... ہم... مگر... میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ یہ بت نہیں ٹوٹے گا کبھی بھی نہیں، کبھی بھی نہیں۔ اس میں احساس ہے اس میں زندگی ہے جیون ہے۔ ایک امانت، خدا کی امانت۔

محمود حسین جیلی ___

• دلوں کی تعلیم میں منٹوں اور لمحوں کے اندر انقلاب آ جاتا ہے۔ اور اسی انقلاب سے دنیا کے انقلاب وابستہ ہیں۔

• درخت سب لگاتے ہیں لیکن ہر شخص کے نصیب میں یہ نہیں ہوتا کہ پھل بھی کھائے پس نہایت مبارک ہے وہ ہاتھ جو تخم پاشی کے بعد ہی اپنے دامن میں اس کے پھل کو دیکھے۔

وحید ظفر ___

• ہم میں سے اکثر خاموشی کے مفہوم کو سمجھتے ہیں۔ لیکن اس سے بہت کم آگاہ ہیں کہ خاموشی کب اختیار کرنا چاہیئے۔

• میں دوست اچھی شکل و صورت کے واقف اچھے کردار کے اور دشمن بہترین دماغ کے منتخب کرتا ہوں۔

• جمہوریت کی سادہ تعریف لوگوں کے اندر کو لوگوں کے لئے لوگوں کی بہتری کرنا ہے

• میرے کاروباری مشاغل اتنے پریشان کن ہیں کہ بعض اوقات میں زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔ دوسرے لوگ مجھے اپنے سے کہیں زیادہ بہتر نظر آتے ہیں۔

محمد امتیاز راجہ ___

• جب شاعر کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں تو دنیا کی بند ہوتی ہیں۔ اور جب شاعر کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتی ہیں تو دنیا کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

• میرے آباؤ اجداد برہمن تھے۔ انہوں نے اپنی عمر اسی سوچ میں گزار دی کہ خدا کیا ہے؟ میں اپنی عمر اس سوچ میں گزار رہا ہوں کہ انسان کیا ہے؟

دلپذیر راجہ ___

• جو شخص اپنے نفس کو قابو میں نہیں رکھ سکتا ہے وہ بہت سے لوگوں کو کیا قابو کریگا۔

• بزرگ اطاعت سے، ہم سر خلق سے، خرد مند لطف و کرم سے اور حاسد زوال نعمت سے خوش ہوتے ہیں۔

عبد الغفار جیلی ___

• فخر اس میں ہے کہ اپنے تھوڑے سے مال پر قانع رہ کر بیگانے کی ملکیت پر نظر نہ ڈالو۔ اپنے قویٰ اور حواس کو حقانی اور صحیح طریقے سے استعمال کرو گے تو اونچے خاندانی ہونے سے زیادہ عزت حاصل کرو گے۔

اندرا حکومت رشوت خور ہے



مرارجی ڈیسائی کے انکشافات

مرارجی ڈیسائی اپنی آرام دہ خواب گاہ میں بیٹھے تھے۔ ہر طرف کتابیں، اخباروں اور یادداشتوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ میں اس شخص سے ملاقات کرنے کے لئے گیا تھا۔ جو کل بھارت کا وزیر اعظم تھا۔ اور آج پارلیمنٹ کا ایک معمولی رکن ہے۔ وہ اپنے بیٹے کانتی بھائی ڈیسائی اپنی بہو اور پوتے کے ساتھ میرین ڈرائیو پر "اوشیانا" کی چھٹی منزل پر رہتے ہیں۔ ایک پرانے اور پکے گاندھی بھگت ہوتے ہوئے وہ ایک وقت قوت و طاقت کی معراج پر پہنچے ہوئے تھے۔ جانے اس کے کہ ان کے سیکرٹری نے مجھے جوتے اتارنے کے لئے کہا، کسی اور رسم و تکلف کے بغیر میں کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں مکمل سکوت تھا میرا خیال تھا کہ مجھے اعتراضی سوالات، غرور و نخوت، سختی و خشونت، ضد، تلخی، مایوسی اور اس قسم کے تبصروں کا سامنا کرنا پڑے گا تم مجھ سے کیوں انٹرویو کرنا چاہتے ہو" مجھے اس سوال کے جواب سے کوئی دلچسپی نہیں" وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس قسم کی کوئی بات نہ ہوئی۔

جب وہ وزیر اعظم بنے تو ہم سنا کرتے تھے کہ وہ بڑے خوش گفتار ہیں۔ یہ خوش گفتاری وزیر اعظم بننے سے نہیں تھی۔ وہ آج پہلے سے بھی زیادہ خوش گفتار ہیں۔ کسی تلخی کسی مایوسی کا کوئی اثر نظر نہیں آیا۔

انہوں نے اشاعت سے پہلے انٹرویو کی نقل دیکھنے کی خواہش کی۔ چنانچہ میں نے اپنے طریقے کے خلاف انہیں سوال جواب کا مکمل مسودہ پیش کر دیا اور انہوں نے نہایت ترتیب اور سلیقے سے مسودہ کی اصلاح، قطع و برید شروع کر دی۔ انہوں نے بعض باتوں کی تصحیح کر دی۔ "یہ بات صرف نجی طور پر کہی گئی تھی" "میں صدر کے بارے میں ایسی بات کیسے کر سکتا تھا" "آپ یہ نہیں کہہ سکتے" "ہو سکتا ہے کہ میں نے ایسا کہا ہو لیکن میں اسے ثابت نہیں کر سکتا" انٹرویو کے دوران جو باتیں ہوئیں حسب ذیل ہیں۔

س: وزارت عظمیٰ کے بعد اس سیاسی تنہائی میں آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟ کیا آپ مایوسی اور تلخی کا احساس تو نہیں کرتے؟

ج: میں مایوسی کیوں محسوس کروں، وزارت عظمیٰ میری زندگی کا مقصد تو نہیں تھا۔ میری زندگی کا مقصد نیک انسان بننا، معاشرے کے لئے مفید ہونا۔ دیانت داری اور شائستگی سے زندگی بسر کرنا تھا۔ اب میں نسبتاً زیادہ خوش ہوں کیونکہ اب مجھ پر ذمہ داریاں نہیں۔ میں آزاد ہوں وزارت عظمیٰ دوسروں کے لئے اہم ہو سکتی ہے میرے لئے نہیں۔

س: کیا آپ کی نظروں میں مسز گاندھی کا کوئی متبادل ہے؟ کیا آپ کے خیال میں ایک اتحاد ضروری نہیں؟ اور کیا یہ (اتحاد) میسر نہیں ہو گا۔؟

ج: ہر متبادل اندرا گاندھی سے بہتر ہو گا میرے خیال میں اتحاد کامیاب نہیں ہو گا۔ اسے ایک دفعہ آزمایا جا چکا ہے۔ لیکن ذاتی خواہشات اور اختلافات کی وجہ سے یہ ناکام ہو گیا ہے۔ بہر حال میں پُر امید ہوں۔ لوگ ایک متبادل پیدا کر لیں گے۔ ہم قوم کے معیار پر پورے نہیں اترے۔ آپ صحافیوں نے بھی قوم کو مایوس کیا ہے۔ حزب مخالف نے مایوس کیا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خاموشی سے اندرا گاندھی کو برداشت کر لیں گے یقیناً کوئی اچھی بات ہو کے رہے گی۔

س: عام خیال ہے کہ تمام سیاست دان مکار اور فریبی ہوتے ہیں۔ دیانت دار لوگ سیاست میں حصہ کیوں نہیں لیتے۔

ج: جو شخص یہ کہتا ہے۔ خود بددیانت ہے دیانت دار لوگ آج بھی سیاست میں موجود ہیں۔ اگرچہ ایسے لوگ گنتی کے ہیں۔ لیکن معاشرے کی حالت ہی ایسی ہے۔

س: آپ جیسے آدمی کو سیاست کی بجائے مذہب کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

ج: میں سیاست میں عوام کی خدمت کے لئے ہوں۔ ایک مذہبی ذہنیت کے ساتھ سیاست کے ذریعے صرف مذہب کی نسبت عوام کی زیادہ خدمت کی جا سکتی ہے میں نے ابتدا اسی سے کی تھی۔ اگر میں وزیر اعظم رہتا تو پانچ برس میں ناخواندگی اور دس برس میں غربت و افلاس کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن ہماری حکومت کو ۲۷ ماہ کے بعد مستعفی ہونا پڑا۔ اندرا حکومت نے یہ تمام پروگرام روک دیئے۔ وہ عوام کے لئے کوئی ایسا کام نہیں کر سکتی۔

س: ناخواندگی کے ضمن میں بات کرتے ہوئے کیا آپ کے خیال میں ووٹر کے لئے کم سے کم اہلیت مقرر ہونی چاہیئے؟

ج: نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ تعلیم یافتہ لوگ ہی ہیں جو عام لوگوں کو خراب کرتے ہیں۔ گمراہ کرتے ہیں اور ان کا استحصال کرتے ہیں۔ آخر معصوم اور سادہ لوگوں کو ان کے انسانی حقوق سے کیوں محروم کیا جائے۔ ہر فرد کے حقوق مساوی ہیں اور ان کا تحفظ کیا جانا چاہیئے۔ ناخواندہ لوگ پڑھے لکھے لوگوں سے کئی لحاظ سے بہتر ہوتے ہیں۔ کیوں کہ ہماری تعلیم غلط ہے۔

آپ نے اپنی تعلیم سے کیا فائدہ اٹھایا ہے؟ کچھ بھی نہیں آپ کے اخبارات کو آزادی ہے۔ لیکن کیا آپ نے اس سے استفادہ کیا ہے اور آپ نے بے خوف ہو کر لکھا ہے۔ نہیں صحافیوں کو چاہیئے کہ وہ نڈر ہو کر لکھیں اور عوام کی رہنمائی کریں۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے۔ کیا کھراج تعلیم یافتہ تھا؟ کیا رام کرشنا پرم کون سا خواندہ تھا۔ دیوکیا نند جو تعلیم یافتہ تھا اس کا چیلا بن گیا۔ بہت سے لوگوں نے تعلیم کے بغیر بھی ملک کی خدمت کی ہے

س: کیا آپ رشوت ستانی اور اخلاق کے پست معیار کے متعلق کچھ اظہار خیال کریں گے۔ اس کھلم کھلا بے حیائی اور رشوت ستانی کی کیا وجہ ہے اور آپ اس کا کیا تجزیہ کرتے ہیں۔

ج: رشوت ستانی کوئی نئی بات نہیں، یہ انگریزوں کے عہد میں بھی تھی۔ ہمیں یہ ورثہ میں ملا ہے۔ لیکن آج کل اس کی سطح پہلے سے بھی اونچی چلی گئی ہے۔ جس طرح آج ہماری حکومت چل رہی ہے۔ اس میں کوئی کام رشوت کے بغیر نہیں چلتا اور جب تک موجودہ حکومت قائم رہے گی۔ یہ بیماری بڑھتی چلی جائے گی۔

س: سمجھ میں نہیں آتا کہ بھارت کی سب سے بااختیار خاتون جس کا مقصد ہی اقتدار ہے روپے پیسے کے بارے میں کیوں فکر کرتی ہے؟

ج: اگر آپ کو یہ اعتبار نہیں، کہ شریمتی اندرا گاندھی خرابی احوال کی ذمہ دار ہے، تو پھر یا تو آپ اندرا کے پجاری ہیں یا ایک بے خبر آدمی! اندرا میں اتنی کشش ہے کہ کوئی شخص بھی اس کی مزاحمت نہ کر سکا۔ سوائے چند ایک کے جو اس طمع پر غالب آ گئے ہیں اور جنہوں نے اس کی مزاحمت کو طرز زندگی بنا لیا ہے۔ جن لوگوں کے پاس ایک لاکھ ہوتا ہے۔ وہ دو لاکھ کی خواہش کرتے ہیں۔ اور جب ان کے پاس ایک ارب ہوتا ہے تو وہ دو ارب کی خواہش کرتے ہیں۔

س: جنتا کے دور میں بددیانتی اور رشوت ستانی کی کیا کیفیت تھی؟

ج: یہ خرابی اس وقت بھی موجود تھی لیکن کم کیونکہ ہم نظر رکھتے تھے اور جب کبھی اطلاع ملتی تھی تو ہم کارروائی کرواتا تھا۔

جو لوگ اندرا کو خرابی کا ذمہ دار نہیں سمجھتے بے خبر ہیں

س: آپ کے بیٹے کانتی بھائی ڈیسائی کے خلاف کئی ایک الزامات تھے۔ ان کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔؟

ج: وہ الزام تراشی جان بوجھ کر کی گئی تھی جس کا مقصد میرے خیال میں میرے خلاف بد ظنی پیدا کرنا تھا یہی وجہ ہے کہ جنتا راج کے ختم ہونے کے بعد بھی کوئی اسے ہاتھ نہیں لگا سکا اگر میرا بیٹا خراب ہوتا تو میرے ہاتھوں سے وہ بھی محفوظ نہ رہتا۔ لیکن وہ بے گناہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس پر مقدمہ چلانے کی دعوت دی تھی۔

س: حال ہی میں خالصتان کے مطالبے نے سر اٹھایا ہے۔ ایک طیارہ اغوا کیا گیا اس سلسلے میں جلسے اور قتل ہوتے ہیں۔ اس تحریک کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: اس تحریک کو جلد از جلد سختی سے کچل دینا چاہیئے اس مطالبے میں کوئی نئی بات نہیں۔ یہ مطالبہ ماسٹر تارا سنگھ کے زمانے میں بھی کیا گیا تھا اور اسے کچل دیا گیا تھا۔ ایک وقت تامل ناڈو بھی علیحدگی چاہتے تھے۔ اب انہیں اس کی ضرورت نہیں۔ ایسی تحریکوں کو پھلنے پھولنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔

س: بھارت کے صدر نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ صوبوں کو مزید اختیارات دیئے جائیں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: صدر کو ایسے سرکاری بیانات دینے کا کوئی حق نہیں، صوبوں کو کن سے مزید اختیارات دیئے جائیں؟ اگر صوبوں کو مزید اختیارات دے دیئے جائیں تو کیا بھارت ایک اور متحد رہ سکے گا؟ آئین کی رو سے صدر حکومت کا ترجمان ہے اور اسے صرف حکومت کے نظریات کا اظہار کرنا چاہیئے۔ وہ وزیر اعظم سے اپنی ذاتی رائے کا اظہار کر سکتا ہے۔ لیکن سرکاری طور پر عوام میں نہیں؟

س: پاکستان سے جنگ کی باتیں عام ہو رہی ہیں۔ پاکستان نے امریکہ سے اعلیٰ درجے کا اسلحہ حاصل کر لیا ہے۔ کیا دونوں ملکوں کے درمیان جنگ کا اندیشہ محسوس کرتے ہیں۔؟

ج: پاکستان بھارت پر حملہ کرنے کی کبھی جرأت نہیں کرے گا۔ کیوں کہ اس نے دو سابقہ جنگوں سے سبق سیکھ لیا ہے اور بھارت جو پاکستان سے بہت بڑا ہے، پاکستان سے کیوں خوفزدہ ہو؟ اس طرح اندرا ہمیں اپنی ناکامیوں سے لوگوں کی توجہ دوسری طرف ہٹا رہی ہیں۔

ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم پاکستان کی اسلحہ کی خریداری پر تبصرہ کریں۔ اگر ہم اسلحہ حاصل کر سکتے ہیں تو پاکستان کیوں حاصل نہیں کر سکتا۔ ہر ملک کو اپنے دفاع اور اپنی ضرورت کے مطابق اسلحہ خریدنے کا حق حاصل ہے۔

اندرا کا ہر متبادل کم از کم اس سے ہزار گنا بہتر ہو گا

میرے شوق کی بلندی



سید ضمیر جعفری

اک بڑا شاعر بہت چھوٹا سا بابو افسر بھی ہے ۔۔۔ مادر اُردو کے جہاں میں داخلِ دفتر بھی ہے
ملک سے بالتواتر کا شوہر بھی ہے ۔۔۔ خیر سے اولادِ بالتدریج کا لشکر بھی ہے

قرض کی پونجی سے تعمیر مکان کرنے لگا
مثل ابنائے جہاں، کارِ جہاں کرنے لگا

جب میں ڈھونڈی تو بڑے سستے میں ملتی زمین ۔۔۔ جانے کن پردوں میں تھی پردہ نشیں ملتی زمین
یہ نہیں کہ ساری دنیا میں کہیں ملتی نہ تھی ۔۔۔ دل جہاں ملتا تھا یہ ظالم وہاں ملتی نہ تھی

آخر اک جلتے ہوئے ٹیلے پہ ڈیرہ کر لیا
یعنی اس شاہین نے پربت پہ بسیرا کر لیا

بستیاں ویرانیاں، معقول ویرانوں سے دور ۔۔۔ لمبے لمبے اور اونچے ٹم ٹموں کے گلستانوں سے دور
سارے داناؤں سے بچ کر جمع ناداروں سے دور ۔۔۔ شیر و بوم و داغ کے اس پار انسانوں سے دور

گوشت سبزی دال آٹے کی دکان کوئی نہیں
اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہیں

اندرونِ خواب دکھلایا تھا اس تعمیر کا ۔۔۔ اس میں بیتاب ہوتا تھا کسی جاگیر کا
جا بجا اک الگ کمرہ تھا نو زنجیر کا ۔۔۔ خواب کا، احباب کا، تقریر کا، تحریر کا

حسرت دیدار وہ بس سر اٹھا کر رہ گئی
قرض کی توفیق تھوڑی دور جا کر رہ گئی

گول کمرہ اپنی گولائی پہ آ کر رک گیا ۔۔۔ فن کا نخرہ ایک انگڑائی پہ آ کر رک گیا
جشنِ جلوت قید تنہائی پہ آ کر رک گیا ۔۔۔ یہ تماشا ایک رسوائی پہ آ کر رک گیا

گردشوں میں خم نہیں ہے صدموں میں دم نہیں
چھت یہ کہتی ہے کہ مسٹر تم نہیں یا ہم نہیں

گھر کا کل سامان اسی دالان کے اوپر رکھ دیا ۔۔۔ اپنا مغز رکھ دیا، بیوی کا جھومر رکھ دیا
جانے کس عالم میں پہلے ایک پتھر رکھ دیا ۔۔۔ پھر کلیجہ رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا

فکر میں آسودگی، رخ پر چمک باقی نہیں
دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں

سرخوشی بنیاد کا پتھر لگا کر اڑ گئی ۔۔۔ بے خودی دہلیز کو ٹھوکر لگا کر اڑ گئی
شاعری دس میں کا ریکر لگا کر اڑ گئی ۔۔۔ زندگی آنے سے پہلے پر لگا کر اڑ گئی

اس خرابے کی وہ اب تکمیل فرمائیں گے کیا
ہم نے یہ مانا کہ بنگلے میں رہیں کھائیں گے کیا

اگر کوئی سخت گناہ گار آدمی بھی خلوص اور عجز و نیاز کے ساتھ بھگوان کی طرف لوٹتا ہے تو اسے پرہیز گار اور ولی سمجھو۔
(بھگوت گیتا)

صفحہ اوّل سے آگے

بغیر یا کم رشوت سے کام ہو جائے لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ جب کراچی میں مجھے ۲۰ دن ہو گئے تو میں ہمت کر کے اسسٹنٹ کسٹم آفیسر کے BOSS کے پاس چلا گیا اور اسے اپنی تمام داستان کہہ سنائی۔ اس نے مجھے دوسرے دن ملنے کو کہا۔ دوسرے روز اس نے بتایا کہ وہ اپنے طور پر سب کچھ چیک کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اس مشینری کی قیمت ۱۵ لاکھ روپے کے قریب ہے جس پر مجھے تقریباً ۴ لاکھ روپے بطور کسٹم ڈیوٹی ادا کرنے ہوں گے۔ یہ بات سن کر میرے ہوش اڑ گئے۔ جب ذرا طبیعت سنبھلی تو اپنی فریاد لے کر ایک بار پھر پہلے کسٹم آفیسر کے پاس گیا اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ میں نے ان کی بات نہ مان کر اپنا ہی نقصان کیا ہے۔

اب میری حالت یہ تھی کہ "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" عجیب شکنجے میں گرفتار تھا۔ کلیئرنگ ایجنٹ کے ذریعے ایک بار پھر ان سے رجوع کیا تو جواب ملا کہ اب معاملہ "اوپر" جا چکا ہے۔ حالات بے حد خطرناک ہو گئے ہیں اور اب مجھے ایک لاکھ روپے اس کے لیے (بطور رشوت) اور کم از کم ایک لاکھ روپے کسٹم دینا پڑے گا۔ اس وقت میری حالت ناگفتہ بہ تھی۔ خجالت اور درماندگی کا دامن تھامے، بے نیل مرام وہاں سے لوٹ آیا۔

رات کو اپنے دوست سے پھر بات کی۔ تو انہوں نے کہا کہ کسٹم والوں کی مرضی کے مطابق چلو۔ ورنہ کسٹم اور ڈیمرج تو دینا ہی پڑے گا۔ اور ساتھ ہی ذلیل و خوار بھی ہونا پڑے گا۔ میں نے اس انکشاف پر ہار مان لی۔ آخر مجھے کسٹم آفیسر کی مرضی کے مطابق کرنا پڑا۔ کچھ پیسے ساتھ لے گیا تھا، کچھ دوستوں سے ادھار لیے اور پھر بمصداق "برجان درویش" کے خداوندگان کسٹم کو ان کی مطلوبہ رقم دے کر مشینری چھڑائی، کراچی میں ہی اپنے ایک دوست کے گودام میں رکھوائی اور لندن واپس آ گیا۔ مجھے ایک دوست نے مشورہ دیا ہے کہ اسلام آباد CBR میں اپیل کروں۔ لیکن ڈرتا ہوں کہ کہیں اپیل کرنے سے کسٹم مزید نہ بڑھ جائے۔

مندرجہ بالا حقائق سے یوں لگتا ہے کہ بیرونی ممالک سے سامان۔ مشینری یا گاڑیاں منگوانے کی پالیسی صرف کراچی والوں کے لیے بنائی جاتی ہے۔ یہ لوگ لندن سے ڈرافٹ منگوا کر ہزاروں کی تعداد میں گاڑیاں منگوا رہے ہیں اسی طرح کراچی بیٹھ کر جو بھی مشینری چاہیں، باہر رہنے والے افراد کی نسبت بہت ہی کم کسٹم دے کر منگوا سکتے ہیں۔ جس سامان پر پاکستان کے دوسرے قصبوں کے لوگ ایک لاکھ روپے کسٹم ادا کریں، کراچی کے لوگ وہی سامان فقط ۲۵ ہزار دے کر چھڑا سکتے ہیں۔ قوم اور ملک کو شاید ہی کوئی محکمہ اتنا نقصان پہنچا رہا ہو جتنا کسٹم آفیسر پہنچا رہے ہیں انہیں رشوت دے دیجئے اور پھر سکّے کا کسٹم دے کر سونا لے جائیے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان میں کسٹم آفیسر کے اوپر خدا کے سوا کوئی بھی نہیں ہے اور ملک کا قانون ان فرعون صفت افراد کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

گزشتہ ہفتے اخبارات میں ایک خبر نظر سے گزری ہے کہ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے کسٹم والوں کی دھاندلیوں اور لوٹ مار کی چھان بین کرنے کے لیے ایک انکوائری کمیشن مقرر کیا ہے، میں صدر محترم کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ آئندہ جب بھی کوئی پالیسی بنے جس کا کسٹم کے محکمے سے تعلق ہو تو محنت کش مزدوروں کے خون پسینے کی کمائی پر دادِ عیش دینے والے ان درندوں اور وطن دشمن عناصر کا بھی کوئی بندوبست کیا جائے اگر پاکستان کے کسٹم آفیسروں کی جائیدادوں کو چیک کیا جائے (جو عام طور پر ان کے قریبی رشتہ داروں کے نام پر ہوتی ہیں) تو معلوم ہو گا کہ ہر کسٹم آفیسر کروڑ پتی ہے۔ سوچتا ہوں کہ اگر ان لوگوں کو کوئی حکومت بھی ٹھیک نہ کر سکی تو پھر انہیں کون راہ راست پر لائے گا۔

صفحہ اوّل سے آگے

ماں، بہن اور بیٹی کی گالیوں پر انحصار کرتے ہیں معاملہ یوں نپٹا کہ ملزم مر گیا۔

مخالفین کو پکڑنے کی مہم میں وہ شہری بھی گرفتار ہو گیا، جس کے سلسلے میں پولیس ملازمین کو بعد میں پتہ چلا کہ یہ اس فہرست کے مستحقین میں سے نہیں، اسے رہا کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ یہ معاہدہ طے پا گیا تھا کہ پولیس والے اسلامی "مارشل لاء" سول لاء جس قانون کے مطابق رشوت کا ریٹ مقرر کرنا چاہیں وہ انہیں وہی ادا کرے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا وہ جو بے گناہ تھا اپنی بے گناہی کی تصدیق کرا کے گھر لوٹ آیا۔

"ماں سینہ کوبی کرنے لگی بہن نے بال بکھیر لیے باپ کی پگڑی گر پڑی بھائی ساکت و جامد ہو گئے۔ دراصل ماں باپ کا وہ بیٹا اور بہن بھائیوں کا وہ بھائی اس اوباش نوجوان یا اوباش نوجوانوں نے قتل کر دیا تھا جو انہیں محلے کی بہو بیٹیوں سے چھیڑ خانی سے منع کیا کرتا تھا۔

● اس بچی کو مکتوں "الاقون" مشتبہوں اور چابک و حلد مار کر ادھ موا کر دیا گیا جو بیچنے والوں سے خرید لائی گئی تھی اور جو رات کی تاریکی میں کوٹھے سے فرار ہونے جا رہی تھی۔

● سبزی فروش نے سبزی گاہک کے تھیلے یا باسکٹ میں ڈالی دام طلب کرنے پر گاہک نے دبے دبے لہجے میں ضرورت سے زیادہ نرخوں کا ذکر کیا۔ دکاندار نے تھیلا یا باسکٹ اس کے ہاتھ سے چھین کر سبزی واپس ٹوکرے میں ڈالی، گاہک سے کہا "بابو جی! اگلی دکان دیکھیے"۔

● محکمہ انکم ٹیکس، کسٹمز، ایکسائز، پولیس، میونسپل کارپوریشن سے تعلق رکھنے والے پانچ سات افراد ہوٹل میں آئے اور مرغ پائے، چاول، گوشت، شامی کباب، سویٹ ڈش اور جو دل چاہا بڑے بڑے پیالوں، پلیٹوں میں خوب ہی جی بھر کر کھایا، مالک سے لے کر ملازم تک نے بھاگ بھاگ کر ان کی خدمت کی۔ کھانا کھا کر انہوں نے مونچھوں پر ہاتھ پھیرے مالک نے انہیں سلام کیا اور گویا اپنے دوسرے قومی فرائض ادا کرنے کے لیے سلام قبول کر کے چلے گئے۔ اب مالک مطمئن ہے کہ ان حضرات نے اس کی یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ بے شک جو چاہیں جتنی بار چاہیں، جتنا چاہیں کھائیں مگر ہمارا چالان نہ کریں۔

● یہ کسی دوسرے ملک یا معاشرے کی تصویر نہیں ہے، میں اپنے ملک اور معاشرے کی بات کر رہا ہوں۔ ابھی میرے پاس اور ایسی باتیں موجود ہیں جن کا میں نے ذکر نہیں کیا۔ روایت پرست بڈھے بزرگ اور خود ساختہ مذہبی جابر ان انسانی بدنصیبیوں کے ذکر پر سیخ پا ہو جاتے ہیں، کہتے ہیں اس قدر فحاشی والی گفتگو کیوں کی گئی ہے حالانکہ اس فحاشی کو وہ بند آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ فحاشی ان کے معاشرتی صحن کے عین بیچ میں جوان ہوتی ہے۔ بہرحال ایسی باتوں کو میں چھیڑنا نہیں چاہتا۔ میں نے جو کچھ آپ کے سامنے رکھا ہے وہ کافی ہے لیکن اس صورت حالات کے سلسلے میں میرا سوال عوام سے یا اپنے قاریوں سے نہیں بلکہ ان سے ہے۔

● جو انسانی ضمیر کو تعزیر کے خوف سے نیک بنانا چاہتے ہیں۔

● جو آزادی رائے کے حق کو آوارگی قرار دیتے ہیں۔

● جو عورتوں کو دفتروں سے جبراً ریٹائر کر کے واپس گھروں میں بھیجنا چاہتے ہیں کہ عورتوں کے باہر نکلنے سے مرد خراب ہونے لگتے ہیں ورنہ وہ بالکل پاک صاف ہوتے ہیں۔

● جو عوام الناس کو احمق، غیر ذمہ دار اور جاہل کہہ کر انہیں اسلامی جمہوریت کے تقاضے سکھانا چاہتے ہیں اس کے لیے انہوں نے بلدیاتی ادارے اور مجلس شوریٰ قائم کی ہے۔

● جنہوں نے "نفرت کے بدن" کو عوام کا سب سے بڑا مسئلہ بنایا، چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا یہ ثابت کر دیا کہ "نفرت کا بدن" نزد ہے تو اس ملک کے معاشرتی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی مصائب، محرومیاں، بربادیاں اور دکھ ختم ہو جائیں گے۔

● جو ہر وقت یورپ کی بدکاریوں پر مضمون لکھتے رہتے ہیں۔ عورت کی تقدیر میں سوائے ترغیب بدی کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

● جو اپنے اخبارات میں تہہ در تہہ بیچ در بیچ خوفناک ہولناک انکشافات کر کے ٹھیک اس وقت مشرقی پاکستان میں محبت کا زمزمہ بہاتے رہے جب اس کی بغاوت کی گرمی نے آخری انگڑائی لے لی تھی۔

● جو شملہ معاہدہ ہونے پر ہذیان بکتے اور لکھتے رہے اور عدم جارحیت کے معاہدے کی سلسلہ جنبانی کو قومی غیرت کا سب سے بڑا نقصان کہا۔

● جنہیں ساری دنیا پاکستان پر حملہ کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے جہاں کہیں کوئی درخت چوری ہو جائے وہ اسے بھی اسرائیل یا بھارتی سازش یا انہدام ملک شرپسندوں کی کارروائی...

باقی صفحہ ۲ پر

جو تجھے تیرے عیب سے آگاہ کرے وہ تیرا دوست ہے۔ منہ پر تعریف کرنا ذبح کرنے کے مترادف ہے
(حضرت عمرؓ)

اونٹاریو بجٹ ۱۹۸۲ء

اس بجٹ کا اعلان ۱۳ مئی ۱۹۸۲ء بوقت ۸ بجے شام ہوا۔

اونٹاریو کے خزانچی جناب فرینک ملر نے ۱۹۸۲ء کے بجٹ میں اسمال بزنس کو ٹیکس کی چھوٹ دیکر ۶ ملین ڈالر مہیا کیا ہے تاکہ نئی نوکریاں مہیا کی جائیں۔ نئے مکان خریدنے والوں کی مدد اور ایسے بزنس کو ٹیکس کی چھوٹ جو فیڈرل بجٹ سے متاثر ہوئے۔

آج کے بجٹ میں ملر نے پیشکش کی ہے کہ ممبرانِ پارلیمنٹ اور سینیئر سول سروینٹ کی تنخواہوں میں صرف چھ فیصد کا اضافہ ہو۔ بجٹ کے ذریعہ ایسی چیزوں پر بھی ٹیکس نافذ کر دیا گیا ہے جو پہلے ٹیکس سے مستثنیٰ تھے۔ او ہیپ کے قسط کی ادائگی میں اضافہ اور سگریٹ اور شراب نوشی کرنے والوں کیلئے مزید اخراجات۔ ملر کہتے ہیں کہ ریونیو کی مالی ضرورت ہے تاکہ فیڈرل گرانٹ میں کمی کے باعث، صوبائی طور پر اچھی صحت، تعلیم اور دوسرے پروگرام کے اخراجات کو پورا کیا جاسکے۔

وہ کہتے ہیں کہ مجموعی طور پر ان کے بجٹ کا مقصد صرف یہ ہے کہ نئی نوکریوں کا انتظام ہو، دوبارہ اعتماد حاصل ہو اور حکومت میں مالی ذمہ داریوں کو پورا کیا جاسکے۔

چھوٹے کاروبار

یہ کہتے ہوئے کہ موجودہ سال میں اسمال بزنس نے اونٹاریو میں ۵۰ فیصد نئی نوکریوں کا اخراج کیا ہے، ملر نے دو سال کیلئے اسمال بزنس کو صوبائی کارپوریشن سے انکم ٹیکس کی چھوٹ دے دی ہے۔

تاجروں کے ذریعہ پہلے سال میں ۹۰،۰۰۰ ڈالر کی چھوٹ ۲۵۰ ملین ڈالر کے مساوی رقم مہیا کرتا ہے۔

"ہم اسمال بزنس والوں سے کہتے ہیں کہ یہاں صرف ایک حکومت ہے جو ان پر یقین رکھتی ہے اور انکی خواہشات اور انکی صلاحیتوں پر جو ترقی کی خواہاں ہیں اور جو ہمارے لوگوں کیلئے نوکریاں مہیا کرتی ہیں۔"

ہوم آنرشپ

مکان تعمیر کرنے کی نوکریوں میں اضافہ کرنے اور موجودہ کرایہ کے مکانات کی تنگی کو دور کرنے کیلئے، کرایہ دار اب ۵۰۰۰ ڈالر تک بغیر سود کے قرضہ حاصل کرسکتے ہیں تاکہ وہ نیا مکان خرید سکیں۔

۷۵ ملین ڈالر جو "اونٹاریو کے کرایہ دار نیا مکان خریدیں" کے پروگرام کے تحت اس سال ۱۴ مئی سے ۳۰ اکتوبر تک کیلئے مہیا کیا جائے گا۔ اس پروگرام کے تحت شرائط پر پورے اترنے والوں کیلئے مکان کی قیمتوں کی حد میٹرو ٹورانٹو اور اس کے گرد و نواح میں ۱۱۵،۰۰۰ ڈالر ہے اور صوبے کے دوسری جگہوں پر ۹۰،۰۰۰ ڈالر ہے۔

نوکریوں کا انتظام

نوکریوں کے اخراج کے پروگرام کے تحت ملر صوبائی کاموں کے پراجیکٹ کو تیز تر کرینگے۔ مثلاً عوامی عمارات کی مرمت اور سڑکوں کی مرمت میونسپلٹی اور اسکول بورڈ کو بھی یہ فنڈ مہیا کیا جاسکتا ہے جو اسی طرح کے کاموں کیلئے استعمال میں لایا جاسکے۔ اس پروگرام کے تحت امید کی جاتی ہے کہ ۱۴۵۰۰ مختصر مدت کی نوکریوں کا اخراج ہوگا۔ اور اس پر ۱۲۳ ملین ڈالر کا خرچہ آئے گا۔

اونٹاریو یوتھ امپلائمنٹ پروگرام کے فنڈ میں ۱۴ وعشاریہ ۲ فیصد کا اضافہ ہوگا۔ جو تقریباً ۹۴۰۰۰ نوکریاں، نوجوانوں کو مہیا کرے گا۔ گزشتہ سال کے مقابلے ۸۰۰۰ زیادہ۔ مجموعی اخراجات تقریباً ۹۱ ملین ڈالر ہونگے۔

ملر "کسانوں کے ترقیاتی پروگرام" کے تحت فارم کی نوکریوں میں مزید اضافہ کرینگے۔ اور ٹائل ڈرینج کیلئے قرض دینے میں ۴۱ فیصد کا اضافہ ہوگا۔ انہیں امید ہے کہ دیہاتوں میں ۲۱۰۰ مزید نوکریوں کا اضافہ ہوگا۔ جس کیلئے ۱۱ ملین ڈالر خرچ کیلئے جائیں گے۔

مشترکہ پروجیکٹ کو ادا کرنے کیلئے فیڈرل گورنمنٹ کے اشتراک سے صوبہ بھی ۱۵ ملین ڈالر کا کوآپریٹو پروجیکٹ ایمپلائمنٹ فنڈ مقرر کیا جائے گا۔ جن سے ۶۰۰۰ نوکریوں کے اخراج کی امید ہے۔ ملر کہتے ہیں کہ مشکلات کی دیکھ بھال کے پروگرام اور کمان کے خاص نوکریوں سے پروگرام میں اس فنڈ سے خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔

حکومت کی بندش

ملر نے اعلان کیا ہے کہ سینیئر سول سروینٹ کی تنخواہوں میں صرف چھ فیصد کا اضافہ ہوگا۔ انہوں نے اپنے ساتھی ممبروں کو بھی کہا کہ وہ بھی انکی طرح اپنی تنخواہوں پر بندش لگا کر صرف چھ فیصد اضافہ قبول کریں۔ گرچہ الیکشن

اخراجات کی کمی برائے قانون سازی ان لوگوں کیلئے ۹ فیصد تنخواہ میں اضافہ منظور کیا ہے۔

محکمہ مال میں اضافہ

ملر کہتے ہیں کہ فیڈرل گورنمنٹ کے فیصلہ کے تحت اونٹاریو کے گرانٹ میں اس سال تقریباً ۱۴۰۰ ملین ڈالر کی کمی کر دی گئی۔ اس وجہ سے بجٹ کا مسودہ تیار کرنے میں اہم دشواری پیدا ہو رہی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے ملر نے ان تمام چیزوں پر بھی سیل ٹیکس لاگو کر دیا جو پہلے سیل ٹیکس سے مستثنیٰ تھیں۔ اس طرح محکمہ مال میں تقریباً ۲۴۰ ملین ڈالر کا اضافہ ہوگا۔ اس کے نتیجہ میں اب ان چیزوں پر بھی ٹیکس لاگو کر دیا گیا ہے جیسے گھر کی صفائی کے کچھ سامانوں پر، ذاتی حفظانِ صحت کی چیزوں پر، کپڑوں، پودے، تعمیراتی سامان اور رسالے جو کہ عام اسٹور پر فروخت کئے جاتے ہیں۔

کار، ٹی وی، فرج، اسٹوو اور دوسرے چیزوں کی مرمت کے اخراجات پر اب ٹیکس دینا ہوگا۔ اس طرح کینڈیز جو پہلے ٹیکس سے مستثنیٰ تھیں۔ اب ان پر بھی ٹیکس ادا کرنا ہوگا آلو کے چپس پر بھی اب ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔

یہ تبدیلیاں ۱۴ مئی سے لاگو ہوچکی ہیں۔

ہوٹلوں میں بیٹھ کر کھائیے یا گھر لے جائیے دونوں حالتوں میں پکے پکائے کھانوں کی خریداری پر سات فیصد سیل ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ اس ذریعہ سے عوامی محکمہ مال میں ۱۱۰ ملین ڈالر کا اضافہ ہوگا۔

یہ تبدیلیاں ۱۴ جون سے لاگو ہونگی۔

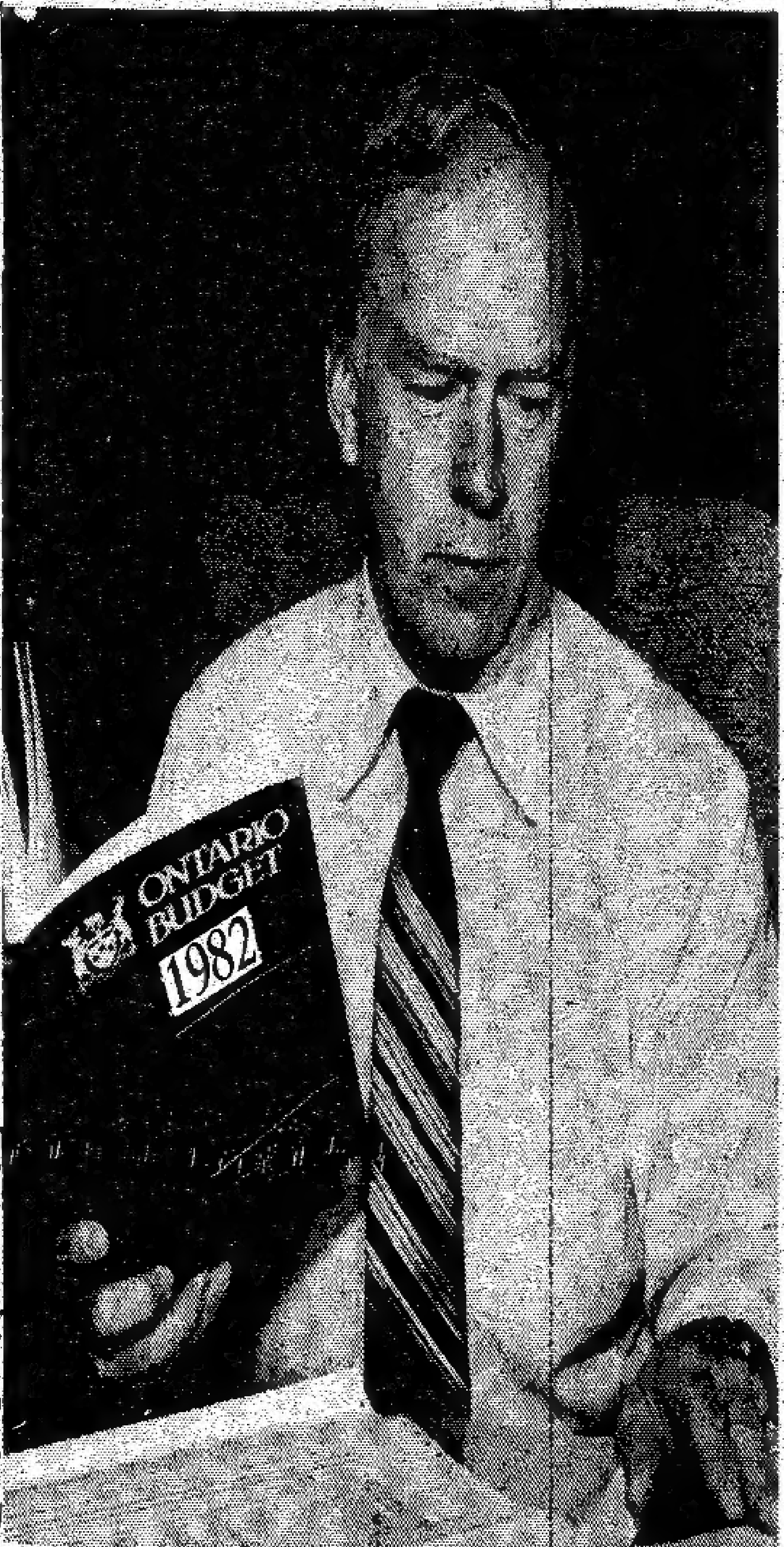
ملر نے یہ بھی اعلان کیا کہ او ہیپ کے اقساط کی ادائگی میں ۴ ڈالر تا ۲۷ ڈالر فی ماہ برائے فرد واحد اور ۸ ڈالر تا ۵۴ ڈالر فی ماہ برائے فیملی کا اضافہ ہوگا۔

انہوں نے کہا کہ صحت کے اخراجات میں گزشتہ سال ۱۸ فیصد کا اضافہ ہوا اور مزید اضافہ کا دباؤ ہے۔

ملر نے کہا کہ ۷۰ فیصد اقساط کی ادائگی آجر ادا کرتے ہیں اور بہت سے لوگ مثلاً سینیئر سیٹیزن قسط بالکل بھی ادا نہیں کرتے۔ نئے قسط کی ادائگی ماہ اکتوبر سے شروع ہوگی جو صحت کے دیکھ بھال میں ۱۷۰ ملین ڈالر کا مزید اضافہ ہوگا۔ شراب پینے والے ۲۶ اونس کی شراب کی بوتل پر ۲۵ء ۳۰ سینٹ مزید ادا کرینگے اور بیئر کے ہر کیس ڈبہ پر ۱۵ سینٹ مزید ادا کرنا ہوگا۔ تمباکو نوشی کرنے والوں کو سگریٹ کے پیکٹ پر تقریباً ۲ ۱/۲ سینٹ مزید ادا کرنے ہونگے۔ مجموعی طور پر یہ اضافہ صوبائی محکمہ مال میں ۵۱ ملین ڈالر کا اضافہ کرے گا۔

تمباکو پر ٹیکس میں اضافہ فوری طور پر ہوگا جبکہ شراب پر اضافہ ۲۵ مئی سے ہوگا۔

۱۹۸۳ء سے موٹر لائسنس کیلئے فروری میں لائن لگانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ موٹر لائسنس کا اجراء سال کے کسی ماہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ جنوبی اونٹاریو کیلئے لائسنس کے اجراء کی فیس ۴۵ ڈالر اور شمالی اونٹاریو کیلئے ۲۲ ڈالر اور چھوٹے ٹرک (کمرشل) کیلئے ۷۲ ڈالر ہوگی۔



Presented by
the Honourable Frank S. Miller,
Treasurer of Ontario

قائد اعظم کے خلاف دریدہ دہنی کی جسارت

مکرمی! میں آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے تمام پاکستانیوں اور بالخصوص پاکستانی سفارت کاروں کی توجہ امریکہ میں شائع ہونے والی ایک کتاب (FREEDOM AT MIDNIGHT) جو LARRY COLLINS نے لکھی ہے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جس میں مصنف نے بانئ پاکستان حضرت قائد اعظم کی ذات گرامی کے بارے میں انتہائی نازیبا اور گھٹیا قسم کے ریمارکس دیئے ہیں، جن سے تمام برصغیر کے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ میں آپ کو اس خط کے ساتھ کتاب مذکورہ کے صفحہ نمبر ۱۵۳ کی فوٹو کاپی بھیج رہا ہوں تاکہ آپ مؤثر طور پر تمام پاکستانی بھائیوں اور پاکستانی سفارت کاروں کی توجہ اس ضمن میں مبذول کرا سکیں، اور ساتھ ہی میں اپنے تمام پاکستانی بھائیوں اور خاص کر پاکستانی سفارت کاروں سے گزارش کروں گا کہ آپ کا کام صرف رسمی زندگی نہیں بلکہ ہر اس بات پر نظر رکھنا بھی ہے، جس سے وطن عزیز اور بانئ پاکستان جیسی عظیم اور قابل احترام شخصیت کی کردار کشی کی گئی ہو۔ لہٰذا تمام پاکستانیوں کو اس کتاب کے بارے میں احتجاج کرنا چاہیئے، اور پاکستانی سفارت کاروں کو سفارتی سطح پر کتاب پر پابندی کی کوشش کرنی چاہیئے۔

محمد صدیق، پریس سیکرٹری، پرشین فرنٹ ڈنمارک برانچ اور جنرل سیکرٹری کشمیر اتحاد کمیٹی رجسٹرڈ ڈنمارک۔

قدرت کا انتقام

خدا جب بعض لوگوں کو ان کی توقعات سے بڑھ کر دیتا ہے تو وہ بعض اوقات اسی کی پاک ذات سے منحرف ہونے لگتے ہیں۔ یہاں واقعہ میرے دوست شیخ عبدالرحمان نے سنایا، جس کی صداقت میں کوئی شک نہیں، اس واقعہ کو سن کر میں خود بھی تھرا گیا۔

ان کے گاؤں کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص انگلینڈ چلا گیا آٹھ، دس سال بعد جب وہ واپس آیا تو اس کی حالت ہی بدلی ہوئی تھی، ایک شب جب تمام گاؤں والے اس سے ملنے آئے تھے، ایک بزرگ بولے "دیکھو بیٹا خدا نے تم پر کتنا فضل کیا ہے تم اس کا جتنا بھی شکر ادا کرو کم ہے۔"

وہ شخص تمسخر سے بولا کہ خدا نے کیا کیا ہے وہ اس وقت کہاں تھا جب مجھے وہ روٹی کو ترستے تھے، یہ تو میں نے خود اپنی محنت سے حاصل کیا ہے۔ تمام لوگ چپ کے چپ رہ گئے اتنی دیر میں ایک بچہ ہاتھ میں مرغی لئے آیا ذبح کروانے وہ شخص مرغی ذبح کرنے سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا اور قہقہہ لگا کر بولا، دیکھو اب میں اسے ذبح کرنے لگا ہوں، کیا اب خدا اسے بچا سکتا ہے اس سے پہلے کہ کوئی شخص جواب بھی کچھ دیتا وہ نیم ذبح مرغی پھڑ پھڑا کر چلاتی ہوئی اس کے ہاتھ سے نکل گئی اور اس کی آواز سے پیچھے بندھا ہوا گھوڑا بدک اٹھا اور رسی تڑوا کر بھاگنے لگا تو اس کی زد میں یہی شخص آ گیا اور آناً فاناً دم توڑ گیا۔ تمام لوگ ایک سناٹے کے عالم میں رہ گئے اور فوراً سجدہ میں گر گئے میں خود بھی قدرت کے اس انتقام اور بے نیازی پر لرز اٹھا۔

(سید نجف علی شاہ بخاری)